بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

طے کرچکا جو منزلِ شب کاروانِ صبح ۱ ہونے لگا اُفق سے ہُوَیدا نشانِ صبح
گردوں سے کوچ کرنے لگے اخترانِ صبح ہر سُو ہوئی بلند صدائے اذانِ صبح
پنہاں نظر سے رُوئے شبِ تار ہوگیا
عالم تمام مطلعِ انوار ہوگیا

خورشید نے جو رخ سے اٹھایا نقابِ شب ۲ در کھُل گیا سحر کا ہوا بند بابِ شب
انجم کی فرد فرد سے لے کر حسابِ شب دفتر کشائے صبح نے الٹی کتاب ِشب
گردوں پہ رنگِ چہرۂ مہتاب فق ہوا
سلطانِ غرب و شرق کا نظم و نسق ہوا

پہنچا جو مُہرِ مہر سے فرمانِ عَزلِ شب ۳ گردوں پہ عاملانِ سحر کا ہوا نَصَب
منشئ آسماں معِ دفتر ہوا طلب بس جابہ جا سے اٹھ گئی انجم کی فوج سب
تا صبح فرد فرد میں بیگانگی ہوئی
برخاست کی چراغوں کو پروانگی ہوئی

یوں گلشنِ فلک سے ستارے رہوئے رواں　۴　چن لے چمن سے پھولوں کو جس طرح باغباں
آئی بہار میں گُلِ مہتاب پر خزاں　　مرجھا کے گر گئے ثمر و شاخ و کہکشاں
دکھلائے طَور بادِ سحر نے سموم کے
پژمردہ ہو کے رہ گئے غنچے نجوم کے

چھپنا وہ ماہتاب کا وہ صبح کا ظہور　۵　یادِ خدا میں زمزمہ پردازیٔ طیور
وہ رونق اور وہ سرد ہوا، وہ فضا، وہ نور　　خنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور
انساں زمیں پہ محو،ملک آسمان پر
جاری تھا ذکرِ قدرتِ حق ہر زبان پر

وہ سرخیٔ شفق کی اُدھر چرخ پر بہار　۶　وہ بار ور درخت، وہ صحرا، وہ سبزہ زار
شبنم کے وہ گلوں پہ گہر ہائے آبدار　　پھولوں سے سب بھرا ہوا دامانِ کوہسار
نافے کُھلے ہوئے وہ گلوں کی شمیم کے
آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے

تھی دشتِ کربلا کی زمیں رشکِ آسماں　۷　تھا دور دور تک شبِ مہتاب کا سماں
چھٹکے ہوئے ستاروں کا ذرّوں پہ تھا گماں　　نہرِ فرات بیچ میں تھی مثلِ کہکشاں
سر سبز جو درخت تھا وہ نخلِ طور تھا
صحرا کے ہر نہال کا سایہ بھی نور تھا

وہ سر بلند خیمۂ زنگاریٔ امام　۸　جس میں خدا کے عرش کے تاروں کا تھا مقام
کم تھا نہ اس کا خانۂ کعبہ سے احترام　　قدسی طواف کرنے کو آتے تھے صبح و شام
جلوہ تھا اس میں بُرجِ امامت کے ماہ کا
درباں تھا جبرئیلؑ اسی بارگاہ کا

گیسوئے حورِ خلد کی ہمسر ہر اک طناب ۹ دریا تھا وہ، تو گنبدِ گردوں تھا اک حباب
وہ شان، وہ شکوہ، وہ رفعت، وہ آب وتاب شمسے سے جس کے آنکھ چراتا تھا آفتاب
پڑھنا درود آکے ملائک کا وِرد تھا
سائے کے بدلے نور قناتوں کے گرد تھا

وہ اوج اور وہ قُبّۂ پُر نور کی جھلک ۱۰ ضَو نور کی زمین سے تھی آسماں تلک
دب دب کے سر جھکاتا تھا بے چوبۂ فلک اٹھ اٹھ کے دیکھتے تھے اسے عرش سے ملک
خوشبو سے ہر بشر کا معطّر دماغ تھا
وسعت سے اس کی صحن کا دل باغ باغ تھا

تھا وہ سپہرِ دیں تو ہر ایک چوب رُکنِ دیں ۱۱ چکّر میں اس کے دَور سے تھا چرخِ ہفتمیں
تھا در پہ بابِ گلشنِ فردوس کا یقیں پردے تھے رشکِ پردۂ چشمانِ حورِ عیں
جلوے سے حسنِ روئے شہِ کائنات کے
آئینہ ہائے نور تھے قُبّے قنات کے

اس کی زمینِ پاک کو تھا آسماں پہ ناز ۱۲ ساتوں فلک جھکائے ہوئے تھے سرِ نیاز
طوبیٰ سے سر بلند، تو کیواں سے سر فراز اور بیچ میں وہ مسندِ شاہنشہِ حجاز
کرسی میں یہ صفا، نہ صباحت یہ عرش پر
دل عرش کا بھی ٹوٹ گیا اُس کے فرش پر

حاضر درِ حضور پہ وہ خاصگانِ رب ۱۳ ایک ایک جن میں فخرِ عجم، زینتِ عرب
غربت زدہ، گُرسنہ و مظلوم و تشنہ لب سُن کر سحر کا شور اٹھے بستروں سے سب
کہتے تھے ہائے جاکے کدھر جستجو کریں
پانی نہیں کہ قبلۂ عالم وضو کریں

نکلے حرم سے کرکے تیمم امامِ پاک ۱۴ سجّادے سب نے لاکے بچھائے بُروئے خاک
اکبرؑ نے دی اذاں جو بہ آوازِ دردناک آنسو بھر آئے ہوگیا دل غم سے چاک چاک
آگے سبھوں کے شاہِ حجازی کھڑے ہوئے
پیچھے صفیں جما کے نمازی کھڑے ہوئے

آراستہ صفیں تھیں کہ قرآں کھُلا ہوا ۱۵ بسم اللہ جیسے آگے ہو یوں تھا وہ مقتدیٰ
اور مقتدی تھے سب عقبِ شاہِ کربلا مُصْحَف کی جس طرح سے ہوں سطریں جدا جدا
جیسا امام ویسے ہی ابرار فوج تھی
ہر صف خدا کے نور کے دریا کی موج تھی

سیدھے کبھی الف کی طرح تھے وہ خوش خصال ۱۶ جھک جاتے تھے رکوع میں گاہے بہ شکلِ دال
خم ہوگئے سجود میں گہہ صورتِ ہلال پیشانیوں سے صاف عیاں نورِ ذوالجلا
حق سے دعا قنوت میں کوثر کے جام کی
طاعت خدا کی تھی تو اِطاعت امام کی

وہ چاند سے سفید عمامے، رخوں پہ نور ۱۷ دیکھے سے جن کے سیر کبھی ہو نہ چشمِ حور
دیں دار وحق پرست و دل آگاہ و باشعور کمریں کسے جہاد پہ، راحت دلوں سے دور
لب پر درود، اشکوں سے آنکھیں بھری ہوئیں
تلواریں سجدہ گاہوں کے آگے دھری ہوئیں

حُبِّ حسینؑ دل میں، زبانوں پہ شکرِ حق ۱۸ نے فکر کچھ عیال کی، نے مرگ کا قلق
دیندار ایسے پھر نہ ہوئے زیرِ نُہ طبق حقا کہ سب صحیفۂ ایماں کے تھے وَرَق
کس آفتِ عظیم میں ثابت قدم رہے
آقا کا دم بھرا کئے جب تک کہ دم رہے

اور جسمِ پاک خاکِ شفا سے بنائے تھے ۱۹ اللہ نے دل اُن کے وفا سے بنائے تھے
دست ِ کرم سخا و عطا سے بنائے تھے سینے خمیرِ صدق و صفا سے بنائے تھے
اور لکھ دیا تھا روزِ ازل سر نوِشت میں
پہنچیں گے یہ حسینؑ سے پہلے بہشت میں

باندھی تھی فوجِ کیں نے صف آرائی پر کمر ۲۰ یاں تھیں صفیں نمازِ جماعت کی، اور اُدھر
نیزے بھی تیز ہوتے تھے اور خنجرو تبر شکلِ ہلال چڑھتی تھیں تلواریں چرخ پر
غل تھا کہ آج خون کا دریا بہائیں گے
پیاسے نمازیوں کے گلے کاٹے جائیں گے

تلواروں سے کریں گے قلم باغِ مرتضیٰؑ ۲۱ نیزوں کی نوکیں آج ہیں اور آلِ مصطفیٰؐ
خنجر ہے اور سیّدِ لب تشنہ کا گلا تیروں سے چھان ڈالیں گے سینہ حسینؑ کا
مٹی تلک نہ دیں گے تنِ پاش پاش کو
گھوڑوں سے روند ڈالیں گے سیّد کی لاش کو

وہ آخری نمازِ جماعت ہوئی تمام ۲۲ یہ ذکر تھا کہ شاہ نے پھیرا اُدھر سلام
بڑھ بڑھ کے جو لگانے لگے تیر اہل، شام تسبیحِ فاطمہؑ کو ابھی پڑھتے تھے امام
اُٹھے نہ شہ، یہ محو تھے یادِ الٰہ میں
یاں تک کہ آئے تیر کئی خیمہ گاہ میں

دیکھے جو تیر آتے تو حالت ہوئی عجب ۲۳ گرمی کے دن تھے، صحن میں تھے اہلبیتؑ سب
چھُپنے کو کوئی امن کا گوشہ نہیں ہے اب چلّائیں بیبیاں کہ کدھر جائیں ہے غضب
گھبرا کے ننھے بچوں کو سب نے اٹھا لیا
اصغرؑ کو ماں نے پیٹ کے نیچے چھپا لیا

بچوں کو لے کے چھپنے لگے سب اِدھر اُدھر ۲۴ چہروں کے رنگ اُڑ گئے تھرّا گئے جگر
گھبرا کے آئیں ڈیوڑھی پہ زینبؑ برہنہ سر چلّاتی تھیں کوئی مرے بھائی کی لے خبر
شاید مسافروں پہ ستم بے سبب ہوا
کس پر چلے یہ تیر، ارے کیا غضب ہوا

لوگو، خبر تو لاؤ کدھر ہیں شہِ حجاز ۲۵ دیکھو تو پڑھ چکے کہ نہیں پڑھ چکے نماز
ان تیروں سے بچائے انھیں ربِّ بے نیاز اللہ مثلِ خضر کرے عمر کو دراز
جیتے رہیں وہ میری قضا کا بہانہ ہو
بھائی کے بدلے سینۂ زینبؑ نشانہ ہو

جا کے کہے کوئی کہ سکینہؑ ہے بے قرار ۲۶ اور چونک چونک پڑتا ہے اصغرؑ بھی بار بار
آتے ہیں تیر لشکرِ اعدا سے بے شمار گھر میں وظیفہ آ کے پڑھو تم پہ میں نثار
آئے نہ گر تو دھیان نہ پردے کا لاؤں گی
خیمے سے میں نکل کے سپر ہونے آؤں گی

یاں اہلِ بیت میں یہ تلاطم تھا اور وہاں ۲۷ مصروف، ذکرِ حق تھے شہنشاہِ دوجہاں
اٹھ کر صفِ نماز سے عباسؑ نوجواں بس جا کھڑے ہوئے عقب شاہِ انس و جاں
بھائی بھی تھے، پناہِ شہِ بحر و بر بھی تھے
تلوار بھی حسینؑ کی تھے اور سپر بھی تھے

مڑ کر اشارہ شاہؑ نے عباسؑ سے کیا ۲۸ پیچھے کھڑے ہو کس لئے کیوں، کیا ہے ماجرا؟
دستِ ادب کو جوڑ کے اس شیر نے کہا ہے خیریت، حضور کریں طاعتِ خدا
خیمے میں تہلکہ ہے، حرم غل مچاتے ہیں
پیاسوں پہ تیر لشکرِ اعدا سے آتے ہیں

عباسؑ سے یہ سن کے اٹھے قبلۂ اُمم　۲۹　تسبیح جانماز پہ رکھ دی بہ چشمِ نم
رونق فزا ہوئے طرفِ خیمۂ حرم　ڈیوڑھی تک آئے ساتھ رفیقانِ ذی حشم
سب سے کہا کہ بہنوں سے رخصت کو جاتے ہیں
باندھو کمر جہاد پہ تم، ہم بھی آتے ہیں

داخل ہوئے حرم میں جو حضرت بہ چشمِ تر　۳۰　زینبؑ نے لیں بلائیں برادر کی دوڑ کر
روکر کہا سکینہؑ نے تم نے نہ لی خبر　تیروں سے یاں خدا نے بچایا ہمیں پدر
لے جاکے ہم کو کون سی جا گہ چھپاؤ گے
قربان ہوگئی کہیں اب تو نہ جاؤگے

سینے میں مارے ڈر کے دھڑکتا ہے دل مرا　۳۱　یہ کس خطا پہ تیر لگاتے ہیں اشقیا
بیٹی سے روکے کہنے لگے شاہِ کربلا　بی بی میں بے قصور ہوں، آگاہ ہے خدا
دشمن تمہارے باپ کے سب اہلِ شام ہیں
قربان ہو پدر یہ اجل کے پیام ہیں

چھاتی سے تب لپٹ کے یہ بولی وہ دلربا　۳۲　میں صدقے جاؤں مجھ کو تمھاری لگے بلا
اب پھر چلو وطن کی طرف تم پہ میں فدا　شہ نے کہا کہیں نہیں امن و اماں کی جا
مظلوم ہیں غریب ہیں اور درد مند ہیں
پانی بھی ہم پہ بند ہے، رستے بھی بند ہیں

شبیرؑ وعدہ گاہ سے کس سمت پھر کے جائے　۳۳　دیکھیں گے صبر شکر سے جو کچھ خدا دکھائے
عاشق وہ ہے جو راہِ الٰہی میں گھر لٹائے　کٹ جائے تن سے سر، پہ نہ وعدے میں فرق آئے
خواہانِ مرگ، زیست کی کیا آرزو کرے
نانا کے منہ پہ مجھ کو خدا سرخ رُو کرے

یہ سن کے اہلِ بیت میں محشر ہوا بپا ۳۴ بانوؔ کے سر سے گر نے لگی خاک پر ردا
زینبؑ پکاری پیٹ کے سر وا محمداً دنیا سے آج کوچ ہے بھائی حسینؑ کا
فرزندِ فاطمہؑ کی بلاؤں کو رد کرو
زینبؑ تباہ ہوتی ہے نانا مدد کرو

یہ کہہ کے سر پٹکنے لگی وہ اسیرِ غم ۳۵ چھاتی سے سر لگا کے یہ بولے شہِ اُمم
پیٹو نہ سر تمھیں سرِ شبیرؑ کی قسم یہ کیا غضب ہے جیتے ہیں زینبؑ ابھی تو ہم
لاشے پہ میرے آہ و بکا کرکے روئیو
مرجائے گا حسینؑ تو جی بھر کے روئیو

مرجاؤ گی جو بھائی سے پہلے پٹک کے سر ۳۶ لے گا بتاؤ کون یتیموں کی پھر خبر
چھاتی پہ ہاتھ مار کے بولی وہ نوحہ گر مجھکو نہ موت آئے گی یا شاہِ بحر و بر
ہراک عزیز گنجِ شہیداں میں سوئے گا
بھیّا کوئی جنازے پہ میرے نہ روئے گا

زندہ رہوں گی آپ کے بعد اے شہِ زمن ۳۷ کیا بازوؤں میں کس کے بندھ گی مرے رسن
ہے ہے کہیں گی بیبیاں، جاؤں گی جب وطن بھائی تو قتل ہوگیا جیتی رہی بہن
بھائی کو کھو کے آئی ہو اُجڑے مکان میں
ایسا نہ سخت جاں کوئی ہوگا جہان میں

طفلی میں ماں کے واسطے روئی بچھا کے صف ۳۸ پیٹی پسِ جنازۂ شاہنشہِ نجف
زہرِ ستم سے ایک برادر ہوا تلف تیروں سے ایک بھائی کا سینہ ہوا ہدف
دشتِ بلا سے شام تلک ننگے سر گئی
کیا کیا جوان مر گئے اور یہ نہ مرگئی

شہؑ نے کہا کہ اس میں بہن اختیار کیا ۳۹ جو مصلحت کریم کی، جو مرضئ خدا
بھائی بہن کے سامنے مرتے نہیں ہیں کیا ہوجاتے ہیں جوان پسر باپ سے جدا
ہم کب گئے جہاں سے نبیؐ و علیؑ کے ساتھ
دنیا میں کون مرتا ہے بی بی کسی کے ساتھ

توڑا ہماری گود میں بھائی حسنؑ نے دم ۴۰ مرنا کچھ ان کا باپ کے مرنے سے تھا نہ کم
ان کی مفارقت کا ہمیں آج تک ہے غم ہوتا جو اختیار تو کیا مر نہ جاتے ہم
تڑ پے بہت لحد پہ گریبان پھاڑ کے
آخر پھر آئے ان کو بقیعہ میں گاڑ کے

فرما کے یہ امام پہننے لگے لباس ۴۱ پٹکے کے ساتھ پھرتی تھی زینبؑ بھی آس پاس
تھے اہلبیت مضطرو حیران و بے حواس لب خشک، رنگ زرد، دلوں پر ہجومِ یاس
شہ دیکھتے تھے ان کو جو غم کی نگاہ سے
بچے بلک بلک کے لپٹتے تھے شاہ سے

صف باندھے بھائی بند کھڑے تھے جھکائے سر ۴۲ کوئی تو رشکِ مہر، کوئی غیرتِ قمر
تن پر سجے سِلاح، کسے جنگ پر کمر گیسوئے پیچ دار لٹکتے تھے دوش پر
منہ پھیر پھیر کر جو وہ میداں کو تکتے تھے
جن کے پسر تھے، ان کے کلیجے دھڑکتے تھے

اکبرؑ کی شان دیکھ کے بانوئے نامدار ۴۳ خوش ہوتی تھی کبھی، کبھی روتی تھی زار زار
لے کر بلائیں دور سے کہتی تھی بار بار صدقے میں تیرے اور تری شان کے نثار
شان آخری شباب کی ماں کو دکھاتے ہو
دولھا بنے جوانی میں مرنے کو جاتے ہو

سب سے جدا تھی شوکتِ عباسِؑ نوجواں ۴۴ قبضہ میں تیغ، بر میں زرہ، دوش پر کماں
حمزہ کا رعب، شوکتِ جعفر، علیؑ کی شاں رہ رہ کے دیکھتے تھے شہنشاہِ دوجہاں
شان و شکوہ ختم تھی اس خوش نہاد پر
گویا کمر علیؑ نے کسی تھی جہاد پر

زینبؑ سے رو کے کہنے گے سرورِ زمن ۴۵ لاؤ تبرُّکات کا صندوق اے بہن
قاسم کو تم پہناؤ قبائے تنِ حسنؑ اکبرؑ کو دو عمامۂ محبوبِ ذوالمنن
ہم کو علیؑ کی تیغِ دو دم لاکے دو بہن
عباسِؑ نامور کو علم لاکے دو بہن

اس منصبِ بزرگ کا مختار ہے یہی ۴۶ جعفرؑ کے مرتبہ کا سزاوار ہے یہی
آلِ نبیؑ کا مونس وغمخوار ہے یہی روزِ ازل سے میرا علمدار ہے یہی
بھائی بھی ہے، جری بھی ہے، اہلِ وفا بھی ہے
حکمِ علیؑ بھی ہے یہی، حکمِ خدا بھی ہے

منہ ماں کا دیکھنے لگے زینبؑ کے گلعذار ۴۷ یعنی کہ ہم ہیں حیدرؑ و جعفرؑ کے ورثہ دار
ماں نے کیا اشارہ کہ اس عزم کے نثار حکمِ امامِ دیں میں مجھے کیا ہے اختیار
چپکے کھڑے رہو، نہیں جا گہ کلام کی
واجب ہر امر میں ہے اطاعت امام کی

قابل علم اٹھانے کے کب ہیں تمھارے سِن ۴۸ دوروز سے ضعیف ہو آب و طعام بِن
ظاہر ہے تم پہ رتبۂ سلطانِ اِنس و جن صدقے گئی نہ پاؤ گے پھر اس طرح کا دن
جعفرؑ کے ورثہ داروں میں تم لاکلام ہو
پر کیا شرف یہ کم ہے کہ شہؑ کے غلام ہو

عباسؑ کوئی اور ہے پیارو کرو تو غور ۴۹ میں آپ کہتی بھائی سے ہوتا جو کوئی اور
شاید انہی سے صلح کا بن جائے کوئی طور ہے تین دن سے بھائی پہ ظلم و جفا و جور
بچے ہو، تم کو فکر ہے نام و نشان کی
مجھ کو پڑی ہے سبطِ پیمبرؐ کی جان کی

لے آئیں ذوالفقارِ یدُاللہ اور علم ۵۰ سمجھا کے دونوں بیٹوں کو اپنے بہ چشمِ نم
شانِ علم کو دیکھ کے روئے شہِ اُمم قبضہ کو اس کے شاہ نے چوما بہ درد و غم
پنچے کی تا بہ چرخِ چہارُم ضیا گئی
بوئے علیؑ علم کے پھریرے سے آگئی

نہوڑا ئے سر حضور میں آئے بصد ادب ۵۱ عباسؑ کو امام نے آگے کیا طلب
اس عہدۂ جلیل کی تھے آرزو میں سب بھائی سے روکے کہنے لگے شاہِ تشنہ لب
یہ مرتبہ کسی کو مقدّر نے کم دیا
لو ہم نے اپنی فوج کا تم کو علم دیا

بندے پہ بچپنے سے عنایت کی ہے نظر ۵۲ کی عرض اس جری نے قدم پر جھکا کے سر
میں اور حاملِ علمِ سیدُالبشر مشہور ہُوں غلامِ شہنشاہِ بحرو بر
ذرّے پہ کی یہ مہر کہ خورشید کردیا
دامن کو میرے دولتِ ایماں سے بھردیا

مدِّ نظر رہی ہے مِری پر ورش سدا ۵۳ کس منہ سے شکرِ بندہ نوازی کروں ادا
اے افتخارِ خلق، دوعالم کے مقتدیٰ سب بادشاہ اس درِ دولت کے ہیں گدا
طُوبیٰ سے اس نشان کا سایہ بلند ہے
اس وقت عرش سے مِرا پایہ بلند ہے

فرطِ خوشی سے سر کواٹھا کر وہ ذی وقار ۵۴ ہمشیر کے قدم پہ گرا با صد افتخار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ بولیں کہ میں نثار بھیّا خدا کے واسطے بھائی سے ہوشیار
ایذا ہو دھوپ سے جو شہِ خوش خصال کو
رکھیو علم کے سائے میں زہراؑ کے لال کو

گھر میں سلامت آئیں گے جب سرورِ اُمم ۵۵ تب دوں گی تم کو تہنیتِ عہدۂ علم
ہاتھوں کو جوڑتی ہے یہ بھینا اسیرِ غم کیجو صلاحِ صلح کہ لشکر ادھر ہے کم
تم سے بڑی امید ہے زہراؑ کی جائی کو
بھیا تمھیں سے لے گی بہن اپنے بھائی کو

عباسؑ بولے بھائی نہیں، میں تو ہوں غلام ۵۶ سُن لیجیے گا جنگ میں جو کچھ کروں گا نام
بھر جائے دشمنوں سے جو رُوئے زمیں تمام کیا منہ کوئی جو دیکھ سکے جانبِ امام
بچے فدا ہیں، جان فدا، گھر نثار ہے
ہر موئے تن پہ شہ کے مرا سر نثار ہے

اتنے میں پاس آ کے سکینہؑ نے یہ کہا ۵۷ چہرے کی لوں بلائیں، میں صدقے، جھکو ذرا
عہدہ علم کا تم کو مبارک ہو اے چچا میں نے دعائیں کی ہیں کہو مجھ کو دو گے کیا
میداں کا رخ کرو گے کہ دریا پہ جاؤ گے
کیا اب بھی تم نہ پیاس ہماری بجھاؤ گے

بن پانی اینٹھی جاتی ہے اب تو مری زباں ۵۸ ہونٹوں پہ دم ہے، ہوں کوئی ساعت کی میہماں
مرجاؤں گی اگر تو مجھے پاؤ گے کہاں صدقہ علم کا آج بچالو ہماری جاں
سُوئے فرات جاتے ہو شاہِ اُمم کے ساتھ
چھوٹی سی ایک مشک بھی لے لو علم کے ساتھ

عباسؑ نے کہا کہ مجھے خود ہے آرزو ۵۹ عزت ہوئی ملا علمِ شاہِ نیک خو
سقّا تمہارا ہوں تو بڑھے اور آبرو جب تک ہے دم کروں گا میں آنے کی جستجو
مشکیزہ خالی نہر سے لے کر نہ آؤں گا
پانی نہ یاں ملے گا تو کوثر کو جاؤں گا

ناگہ سنا جو زوجۂ عباسؑ نے یہ حال ۶۰ مارے خوشی کے ہوگیا چہرے کا رنگ لال
ہمراہ لے کے بیٹے کو اپنے وہ خوش خصال آئی حضورِ سرورِ ذی قدر و ذی کمال
پہلے تو بڑھ کے شاہِ اُمم کی بلائیں لیں
پھر دونوں ہاتھ اٹھا کے علم کی بلائیں لیں

جھک کر قدم پہ شہ کے یہ بولی وہ خوش سیر ۶۱ کونین میں کیا مِرے والی کو نام ور
رکھتی نہیں کچھ اور میں یاشاہِ بحر و بر آقا کنیز نذر کو لائی ہے یہ پسر
قائم رکھے کریم محمدؐ کی آل کو
بچوں پہ صدقے کیجئے اس نونہال کو

خالق سے صبح و شام یہی ہے مِری دعا ۶۲ وارث مرا حضور کے قدموں پہ ہو فدا
ہوں رانڈ ہم سی لاکھ کنیزیں اگر تو کیا بانوئے دوجہاں کو سہاگن رکھے خدا
دعویٰ برابری کا نہیں، گو عزیز ہوں
یہ آپ کے غُلام، میں اُن کی کنیز ہوں

بولے پسر سے جھک کے یہ عباسِؑ نیک نام ۶۳ تم بھی تو کچھ حضور میں بیٹا کرو کلام
ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولا وہ لالہ فام لے چلئے ہم کو بھی، علی اصغرؑ کے ہیں غلام
چھوٹی سے ایک تیغ منگا دیجئے مجھے
پہلے سبھوں سے رن کی رضا دیجئے مجھے

حضرت کے آگے فوجِ ستم سے کریں گے جنگ ۶۴ مَردوں کا بیٹھنا ہے بڑا عورتوں میں ننگ
پیریں گے خوں میں، بحرِ شجاعت کے ہیں نہنگ　ہم کو بھی آج لاکھوں سے لڑنے کی ہے امنگ
رشتہ تو رکھتے ہیں شہِ خیبر شکن سے ہم
بندھوائیں ہاتھ جان بچا کر رسن سے ہم

بولے گلے لگا کے اُسے شاہِ نامدار ۶۵ کس نے تجھے سکھائیں یہ باتیں چچا نثار
آئی صدائے حضرتِ زہراؑ یہ ایک بار　ہوتا ہے لال اہلِ وفا کا وفا شعار
بچپن میں کس طرح نہ وہ بچہ دلیر ہو
دادا بھی جس کا شیر ہو، نانا بھی شیر ہو

اتنے میں طبلِ جنگ کی آنے لگی صدا ۶۶ رخصت حرم سے ہو کے چلے شاہِ کربلا
نکلے علم لئے ہوئے عباسؑ باوفا　تسلیم ساری فوج نے کی باندھ کر پرا
غل تھا کہ ہوں گے حشر میں اس کی پناہ میں
یہ حیدری نشاں ہے حسینی سپاہ میں

تھا زینتِ سپاہِ پیمبرؐ یہی علم ۶۷ حمزہؑ جہاد کرتے تھے لے کر یہی علم
ہے افتخارِ حضرتِ جعفرؑ یہی علم　خود دوش پر اٹھاتے تھے حیدر یہی علم
صدقے سے شہ کے ہم کو یہ عزت نصیب ہو
سائے میں اس علم کے شہادت نصیب ہو

صلِّ علیٰ، زہے علم و حاملِ علم ۶۸ ذرّے سے آفتابِ فلک ہے نظر میں کم
آتی ہے بُوئے خلد پھریرے سے دم بہ دم　یہ شان، یہ شکوہ، یہ اقبال یہ حشم
ایسا علم ہو دوش پہ ایسے جوان کے
عباسؑ کے نثار، تصدُّق نشان کے

نکلے حرم سرا سے امامِ فلک جناب ۶۹ بُرجِ شرف سے جیسے نمایاں ہو آفتاب
گھوڑے پہ جلوہ گر ہوا فرزندِ بوتراب در پر بلکتی رہ گئی زینبؑ جگر کباب
آنکھوں کے سامنے سے سواری نکل گئی
گویا چمن سے بادِ بہاری نکل گئی

یاں تھے کسی جگہ پہ پیادے، کہیں سوار ۷۰ خادم کسی مقام پہ باندھے ہوئے قطار
یکسُو پراجمائے رفیقانِ گلعذار پھولے ہوئے چمن پہ خزاں آئی ایک بار
خالی بہادروں سے جِلَو خانہ ہوگیا
دیوڑھی اداس ہو گئی، ویرانہ ہوگیا

شبدیزِ طبع کا یہ اشارہ ہے اب کہ ہاں ۷۱ مولا کا کچھ جلوسِ سواری کروں بیاں
کیجئے شمار گر تو اکاسی ہیں سب جواں ایک ایک جن میں فخرِ عرب، زینتِ جہاں
چہروں کی روشنی سے خجل شمعِ طُور ہے
لشکر نہیں حسینؑ کا دریائے نور ہے

جاتی تھی یوں سواریٔ سلطانِ بحرو بر ۷۲ انجم کی فوج لے کے چلے جس طرح قمر
کھولے علم کو حضرتِ عباسؑ نام ور گھوڑوں پہ قاسمؑ و علی اکبرؑ اِدھر اُدھر
مرکب پہ بیچ میں خلَفِ بوتراب ہے
دو چودھویں کے چاند ہیں، اک آفتاب ہے

آہن میں مثلِ جوہرِ شمشیر سب ہیں غرق ۷۳ شملے ہیں زیبِ دوش، عمامے ہیں زیبِ فرق
نعرے جو مثلِ رعد، تو گھوڑے مثالِ برق جن کے قدم تلے ہے سدا سیرِ غرب و شرق
آہو کا ان کی چال سے کیا زور چل سکے
جن سے سمندِ وہم نہ آگے نکل سکے

اک اک دلیر شیرِ نیستانِ کارزار ۷۴ رستم کی روح خوف سے جن کے کرے فرار
دیندار، سر فروش، نمودار، نامدار رانوں میں کوندتے ہوئے بجلی سے راہوار
للکار لیں جو فوج کو نیزے سنبھال کے
بھاگیں عدو زمین پہ ہتھیار ڈال کے

آگے پکارتے ہوئے جاتے تھے یوں نقیب ۷۵ ہاں غازیو! حسینؑ محمدؐ کا ہے حبیب
فدیہ ہو فاطمہؑ کے پسر کا، زہے نصیب جنت بھی اب قریب ہے، مقتل بھی اب قریب
آداب و قاعدے سے دلیرو بڑھے چلو
تلواریں تولتے ہوئے شیرو بڑھے چلو

تھا کس شکوہ و شان سے وہ لشکرِ خدا ۷۶ آگے پرا جمائے رفیقانِ باوفا
باندھے سِلاح ادب سے اِدھر خویش و اقربا پیچھے تمام فوج کے وہ کُل کا پیشوا
حلقے میں تھے امام کو قدسی لئے ہوئے
تھے جبرئیل فرق پہ سایہ کئے ہوئے

تھا زیبِ سر عمامۂ محبوبِ کبریا ۷۷ مہتاب سے سفید تھی کاندھے پہ اک عبا
پہنے قمیصِ حضرتِ یوسف تہِ قبا باندھے ہوئے کمر میں کمر بندِ مرتضیٰؑ
داوٗدؑ کی زرہ شہِ والا کے بر میں تھی
اور ذوالفقارِ حیدرِؑ صفدر کمر میں تھی

بالائے دوش حضرتِ حمزہؑ کی تھی سپر ۷۸ ہو جس طرح سے ابر کا ٹکڑا پسِ قمر
چار آئینہ پہ جاکے ٹھہرتی نہ تھی نظر تھے دو غلامِ خاص مگس راں اِدھر اُدھر
چہرہ عَرَق سے تر تھا جو سبطِ رسولؐ کا
رومال ہاتھ میں تھا جنابِ بتولؑ کا

۷۹
حیدرؑ کا، فاطمہؑ کا، نبیؐ و حسنؑ کا نور
پھیلا ہوا تھا دشت میں شاہِ زمن کا نور
چہرے کی ضَو، جبیں کی ضیا اور بدن کا نور
اک چہرۂ حسینؑ میں تھا پنجتنؑ کا نور
گردوں پہ کس طرح مہ و اختر نہ ماند ہوں
اک چاند کے شریک جہاں چار چاند ہوں

۸۰
جاسوس نے یہ آگے خبر دی میانِ راہ
پہنچے نہ تھے امام ابھی تا بہ قتل گاہ
آمادۂ نبرد ہے سب شام کی سپاہ
قائم رہے شکوہِ شہنشاہِ دیں پناہ
ناوک فگن کہیں ہیں، کہیں نیزہ دار ہیں
میداں سے تا بہ نہر ہزاروں سوار ہیں

۸۱
اس گھاٹ پر فقط ہیں کماندار دس ہزار
ذرّوں کی طرح فوج کا ممکن نہیں شمار
نیزے ہلا رہے ہیں سوارانِ ہرزہ کار
ان سے اُدھر کو برچھیوں والوں کی ہے قطار
پانی سپاہِ شام سے پانا محال ہے
دریا تلک نگاہ کا جانا محال ہے

۸۲
مولا کمالِ فکر میں ہے شمرِ خیرہ سر
اس دم فساد لشکرِ اعدا میں ہے مگر
تاکیدِ جنگ کرتا ہے ایک ایک کو عمر
سردارِ فوج جمع ہیں باندھے ہوئے کمر
اک نوجواں ہے، میں اُسے پہچانتا نہیں
سب مانتے ہیں پر وہ جری مانتا نہیں

۸۳
زور آورانِ فوج ہیں سب اس کے ڈر سے زیر
سردار ہے ہزار سواروں کا وہ دلیر
ہر بار دیکھتا ہے اِدھر منہ کو پھیر پھیر
بگڑا ہوا کھڑا ہے الگ وہ بسانِ شیر
آہوں کے ساتھ آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے
مانندِ بید عضوِ بدن تھر تھراتے تھے

کیا کیا خطا شعاروں کو اس نے دیا جواب ۸۴ ہے یہ کہ یقیں کہ اس سے نہ چھوٹے رہِ ثواب
تلواریں کھنچ گئی ہیں اُدھر اے فلک جناب یاں کی برائی سننے کی اُس کو نہیں ہے تاب
جو ہے اُسے، کسی کو یہ پاسِ ادب نہیں
آپس میں جنگ ہو تو کچھ اِس میں عجب نہیں

سنتا تھا میں کہ یہ عمرِ سعد نے کہا ۸۵ آتا ہے بہرِ جنگ محمدؐ کا لاڈلا
شہرہ عرب میں تیری شجاعت کا ہے بڑا جا پہلے لڑ حسینؑ سے تو سوچتا ہے کیا
سرسبز ہونے دے نہ محمدؐ کے باغ کو
جلدی بجھا مزارِ علیؑ کے چراغ کو

قبضہ پہ ہاتھ رکھ کے یہ بولا وہ نیک نام ۸۶ مظلوم کو ستاؤں یہ میرا نہیں ہے کام
سیّد، عیال دار، غریب الوطن، امام فاقہ سے تین روز کے، دو دن سے تشنہ کام
واجب ہے احترام محمدؐ کی آل کا
ہے کیا قصور فاطمہ زہراؑ کے لال کا

پیاسے سے، تشنہ کام سے، بے پر سے میں لڑوں ۸۷ مختارِ کارخانۂ داور سے میں لڑوں
کافر نہیں، جو دین کے رہبر سے میں لڑوں کھینچوں علیؑ پہ تیغ، پیمبرؐ سے میں لڑوں
امت کو چاہیے مدد آلِ رسولؐ کی
پاؤں گا کیا اُجاڑ کے کھیتی بتولؑ کی

فرمایا شہ نے اس کو خدا دے جزائے خیر ۸۸ بیٹوں سے ہے عزیز مجھے گو کہ ہے وہ غیر
روئیں گے اُس جری کو جن وانس و وحش و طیر لکّھی ہے اس کے بخت میں باغِ اِرم کی سیر
اعدا میں تو ہماری محبت کی بُو نہیں
وہ ہے تو حُر ہے، اور کی یہ گفتگو نہیں

یہ کہہ کے قتل گاہ میں آئے امامِ دیں ۸۹ کوسوں فروغِ حُسن سے روشن ہوئی زمیں
غرقِ سِلاحِ حرب، جوانانِ مہ جبیں نعروں سے غازیوں کے لرزتی تھی فوجِ کیں
تلواریں تول تول کے اعدا کو تکتے تھے
شملے چھُٹے تھے دوش پہ گیسو لٹکتے تھے

عباسؑ آگے فوج کے کھولے ہوئے علم ۹۰ آنکھوں کو مل رہے تھے پھریرے سے دم بہ دم
پیدا تھی شانِ شیرِ خدا سر سے تا قدم حمزہؓ کا رعب، جعفرِؑ طیار کا حشم
دریا کو تکنے لگتے تھے بھائی کو دیکھ کر
بڑھتے تھے مثلِ شیر ترائی کو دیکھ کر

آمادۂ نبرد تھی دونوں طرف کی فوج ۹۱ مرقد میں بے قرار تھا خیرالنسا کا زوج
لہراتا تھا ہوا سے پھریرا جو مثلِ موج تھا تا بہ چرخ رایتِ فوجِ خدا کا اوج
کثرت پہ اپنی فوجِ عدو کو غرور تھا
ظلمت اُدھر تھی کفر کی، یاں حق کا نور تھا

چلّایا ابنِ سعدِ جفا پیشہ و شریر ۹۲ ہاں ابنِ فاطمہؑ پہ چلیں ہر طرف سے تیر
کھینچے ہوئے کمانیں بڑھا لشکرِ کثیر بولا یہ حُر کہ قہرِ خدا سے ڈر اے امیر
خوں کس کا ہوگا، تیر یہ کس کو لگائے گا
کیا سینۂ نبیؐ کو نشانہ بنائے گا

اس نے کہا کہ ہاں یہی ہوئے گا لاکلام ۹۳ ہم سے تجھے علاقہ ہے یا دُشمنوں سے کام
حُر نے کہا کہ او ستم آرا زباں کو تھام سبطِ رسولؐ ہے مِرا محسن، مرا اِمام
تو دُشمنِ نبیؐ ہے ترا کیا شریک ہوں
جن کی طرف خدا ہے، انھی کا شریک ہوں

بولا عمر، یزید سے کرتا ہے انحراف　۹۴　پکڑی تھی باگ، واں بھی نہ ہوگی خطا معاف
اس نے کہا یہ باتیں ہیں سب عقل کے خلاف　　والله ہے حسینؑ کا دل آئینے سے صاف
ایسے نہیں کہ دوست کو اپنے خجل کریں
تو بھی اگر چلے تو خطائیں بجل کریں

اس نے کہا خلافِ شجاعت ہے یہ بھی کام　۹۵　تجھ کو برا کہیں گے شجاعانِ روم و شام
حُر نے کہا رہے گا ابد تک ہمارا نام　　عاقل ہیں جتنے مدح کریں گے مِری مدام
اس کثرتِ سپاہ پہ تو ڈر سے زرد ہے
مَردوں میں جو شریک ہو جا کر وہ مَرد ہے

مجھ کو برا کہے تو کہے حاکمِ جہُول　۹۶　مرنا قبول، آگ میں جلنا نہیں قبول
اب سر مِرا ہے اور قدمِ نائبِ رسولؐ　　بے دیں کی، بے یقیں کی اطاعت سے کیا حصول
نہ مال سے غرض ہے، نہ اب زر سے کام ہے
خوشنودیٔ خدا و پیمبرؐ سے کام ہے

دوزخ سے میں تو جاتا ہوں لے جانبِ اِرم　۹۷　روکے تو مجھ کو آکے ترا لشکرِ ستم
چھیڑا فرس کو کہہ کے جو یا سیدِ اُمم　　طاؤس کی طرح سے اُڑا اسپِ خوش قدم
ہاں ہاں کیا کئے پہ وہ سن سے نکل گیا
آئی صدا کہ چاند گہن سے نکل گیا

جب آدھی راہ کر چکا طے حُرِّ نام ور　۹۸　بیٹے سے تھم کے کہنے لگا وہ نکو سیر
میں دست گیرِ خلق کا مجرم ہوں اے پسر　　تو کاٹ ڈال ہاتھ مِرے تیغ کھینچ کر
دستِ خدا پدر ہے شہِ کائنات کا
ہاتھ آئے گا اسی میں وسیلہ نجات کا

۹۹
روکر کہا پسر نے ابھی سے یہ کیا ضرور   پہلے چلو تو ابنِ یدُاللہ کے حضور
آقا نہ تم سے دور ہیں، نہ تم ہو ان سے دور   تب کاٹیو یہ ہاتھ نہ بخشیں گے جب حضور
چل کر امامِ پاک کے دامن کو تھام لو
فردوس ہاتھ آئے وہ ہاتھوں سے کام لو

۱۰۰
اس نے کہا پسر سے کہ خیراے نکو شعار   رومال سے تو باندھ دے دستِ گناہ گار
باندھے پسر نے دستِ پدر ہو کے بے قرار   ہاتف نے دی صدا کہ ہوا اب یہ رُستگار
میزانِ مغفرت میں گناہوں کو تول دو
باندھے ہیں اس نے ہاتھ، درِ خلد کھول دو

۱۰۱
واں سے چلا غلام، ادھر سے بڑھے امام   دیکھا جو حر نے آتے ہیں شاہِ فلک مقام
گھوڑے سے کود کر یہ پکارا وہ نیک نام   صدقے ترے کرم کے میں اے قبلۂ امام
مجوب ہوں بہت شہِ والا صفات سے
بندے کے ہاتھ قطع کرو اپنے ہاتھ سے

۱۰۲
پھیلا کے ہاتھ کہنے لگے شاہِ دیں پناہ   لگ جا گلے سے، روکی تو روکی ہماری راہ
ہے تُو تو دوست، ہم تو ہیں دشمن کے خیر خواہ   تیری نہ کچھ خطا ہے، نہ ہاتھوں کا ہے گناہ
تجھ کو نہ بخش دیں، یہ رحیمی سے دور ہے
روکا تھا ہم کو موت نے، تو بے قصور ہے

۱۰۳
احسان مند بلکہ ہوں تیرا میں تشنہ لب   پھر جانے کی صلاح مجھے دی تھی وقتِ شب
سوتی تھی تیری فوج کیا میں نے کوچ جب   لیکن مسافروں پہ تباہی پڑی عجب
جنگل میں رات پھرتے ہی پھرتے بسر ہوئی
مرنا تھا جس جگہ وہیں آ کر سحر ہوئی

یہ کہہ کے ہاتھ کھول دیئے اس کے شاہ نے ۱۰۴ لپٹا لیا گلے سے رسالت پناہؐ نے
پونچھا غبار چہرے کا شیرِ الہٰ نے ذرّے کو مہر کردیا زہراؑ کے ماہ نے
حُر کے قدم کی آ کے ملک خاک لے گئے
مہماں کو اپنے پنجتنِ پاک لے گئے

جب سب سے مل چکا تو یہ حُر نے کیا کلام ۱۰۵ امید وار حرب کی رُخصت کا ہے غلام
روکر یہ اس سے کہنے لگے شاہِ تشنہ کام اک دم تو گھر میں فاقہ کشوں کے بھی کر مقام
ہم پہلے داغ خویش و برادر کے دیکھ لیں
تو ہم کو دیکھ ہم تجھے جی بھر کے دیکھ لیں

حُر نے کہا بہشت میں ہے آپ کو تو گھر ۱۰۶ ہوگا وہیں مقام کیا یاں سے جب سفر
خادم کو اب نہ روکئے یا شاہِ بحروبر شہ نے کمر کو ہاتھوں سے تھاما جھکا کے سر
بچھڑے جب ایسا دوست تو کیا دل کو کل پڑے
رخصت تو دی، پر آنکھوں سے آنسو نکل پڑے

چڑھنے لگا فرس پہ جو بادیدۂ پُر آب ۱۰۷ عباسؑ نامدار بڑھے تھامنے رکاب
کی عرض حُر نے تب کہ یہ کیا اے فلک جناب عباسؑ نے کہا تری خدمت تو ہے ثواب
شیدائے جاں نثارِ امامِ انام ہوں
تو جن کا میہماں ہے، میں ان کا غلام ہوں

چڑھ کر سمند پر جو چلا وہ بصد حشم ۱۰۸ پیچھے پیادہ روتے چلے سیدِ اُمم
گھبرایا حُر تو کہنے لگے شاہِ باکرم مجھ کو مشایعت کو تو چلنے دے دو قدم
زہراؑ بھی تیرے ساتھ ہیں، حیدرؑ بھی ساتھ ہیں
تنہا نہیں حسینؑ، پیمبرؐ بھی ساتھ ہیں

حُر نے کہا کہ ہوتا ہے خادم گناہ گار　۱۰۹　کیونکر بڑھوں، حضور پیادہ ہیں، میں سوار
یہ سن کے واں سے روتے پھرے شاہِ نامدار　　میداں میں حُر پہنچ گیا چمکا کے راہوار
بازارِ حرب گرم جو تھا، سرد ہوگیا
دہشت سے ابنِ سعد کا منہ زرد ہوگیا

دیکھا سیاہ کاروں نے جب روئے حُر کا نور　۱۱۰　غل پڑ گیا یہ حور ہے یا روشنئ طور
حُر نے کہا کہ عقل کا تم سب کی ہے قصور　　حُر ہوں، غلام شہؑ کا، فرشتہ میں ہوں، نہ حور
ہے روشنی جو رخ پہ فزوں مہر و ماہ سے
خلعت ملا ہے نور کا سرکارِ شاہ سے

واں لٹ رہا ہے خلد، جسے ہو طلب وہ جائے　۱۱۱　ممکن نہیں کہ وقت پھر ایسا جہاں میں آئے
لے جائے جان بیچ کے جو جس کے ہاتھ آئے　　ایسا سخی نہیں، جو کسی سے وہ منہ پھرائے
ہے دوست پر حلال، عدو پر حرام ہے
سرکارِ ابنِ فاطمہؑ میں فیضِ عام ہے

بھولے ہو راہِ راست تو رہبر کے پاس جاؤ　۱۱۲　دنیا محل فریب کا ہے دام میں نہ آؤ
روزخ کی راہ چھوڑ کے گھر خلد میں بناؤ　　بھوکے ہو نعمتوں کے تو پھل برچھیوں کے کھاؤ
زہراؑ کا نورِ عین تمہارا کفیل ہے
پیاسو چلو کہ چشمۂ کوثر سبیل ہے

کعبے سے منہ پھرا کے نہ ہو ساکنِ کِنشت　۱۱۳　لازم ہے عاقلوں کے لئے ترکِ فعلِ زشت
سرسبز یاں نہ ہوگی کبھی عاقبت کی کِشت　　دوڑو کہ لٹ رہے ہیں اُدھر حُلّۂ بہشت
دینِ نبیؐ میں آؤ، نہ کافر کا ساتھ دو
دستِ خدا کے لال کے ہاتھوں میں ہاتھ دو

دیکھو مری طرف، میں وہی ہوں جو تھا اُدھر ۱۱۴ یوں نور تھا کبھی مرے چہرے پہ جلوہ گر؟
یہ دبدبہ، یہ اوج، یہ حشمت، یہ کرّ و فر مولا کی اک نگاہِ عنایت کا ہے اثر
پڑھتے ہوئے درود ملک ساتھ آئے ہیں
یہ سب شرف حسینؑ کے صدقے سے پائے ہیں

اس گفتگو سے حُر کی ہوئے اہلِ کیں خَجِل ۱۱۵ کانپے بدن، لرزنے لگے چھاتیوں میں دل
کتنے جواں تو رونے لگے ہو کے منفعل چلّایا شمر آن کے ہر صف کے مُتَّصِل
مارو اِسے، کچھ اس کے نہ ہونے کا غم نہیں
دشمن کا جو ہو دوست وہ دشمن سے کم نہیں

یہ سن کے حر پہ چلنے لگے تیر بے شمار ۱۱۶ نیزہ ہلا ہلا کے صفوں سے بڑھے سوار
تیغیں ہوئیں بلند، چلے برچھیوں کے وار لشکر میں مثلِ شیر در آیا وہ نامدار
پہلے ہی جن کے وار چلے تھے سو چل گئے
دیکھی جو تیغِ حُر کی چمک، دم نکل گئے

چہرے چھپائے پشت سے ڈھالوں کو کھول کے ۱۱۷ پیچھے ہٹے، بڑھے تھے جو تیغوں کو تول کے
بھاگے سوار پھر تو پیادوں کو رول کے پہنچا وہ شیر بیچ میں اعدا کے غول کے
غل تھا کہ آج خاتمہ لشکر کا ہوگیا
اک اک قدم پہ ڈھیر تن و سر کا ہوگیا

ہر دم تھی جنگ میں بُرشِ تیغِ حُر دوچند ۱۱۸ خوں گھٹ گئے تنوں کے بڑھا جس طرف سمند
دستِ اماں کئے تھے اُدھر کے علم بلند تھرّا رہے تھے برچھیوں والوں کے بند بند
تیغوں کی کچھ خبر تھی، نہ ڈھالوں کا ہوش تھا
نیزہ ہر اک سوار کو اک بارِ دوش تھا

دہشت سے سہم کر قدر انداز مرگئے ۱۱۹ رخ پھر گئے کمانوں کے، چلّے اتر گئے
ترکش سے تیر گر کے زمیں پر بکھر گئے ہر گز ملا نہ گوشۂ راحت جدھر گئے
دانستہ سرکشوں نے جو کارِ خطا کیا
تقدیر نے نشانۂ تیرِ قضا کیا

گھوڑا وہ برق تھا کہ جو راکب اُسے چلائے ۱۲۰ افلاک پر سمندِ نظر کی طرح سے جائے
اُس کے قدم کی گرد کو صرصر کبھی نہ پائے پیکِ خیال و وہم یہ سُرعت کہاں سے لائے
جس غول پر گرا تو اُڑا اِس شکوہ سے
پرواز کبک کرتا ہے جس طرح کوہ سے

بجلی سی تیغِ شعلہ فشاں چار سُو پھری ۱۲۱ میداں میں بھاگتی ہوئی فوجِ عدو پھری
دم میں ستم گروں کا بہا کر لہو پھری سر کاٹ کر جدھر سے پھری سُرخرُو پھری
یہ اوج تیغ قدرتِ حق سے عیاں ہوا
گویا ہلالِ عید شفق سے عیاں ہوا

غلطاں تھے تن زمیں پہ جدا اور سر جدا ۱۲۲ زخمی اُدھر پڑے تھے جدا اور اِدھر جدا
گردن جدا تھی، سینہ جدا، اور کمر جدا شانے سے ہاتھ، ہاتھ سے تیغِ دوسر جدا
پستی پہ جب چمک کے بلندی سے آتی تھی
گاوِ زمیں، زمیں کے تلے تھر تھراتی تھی

روکا سپر پہ جب تو سپر سے نکل گئی ۱۲۳ دو کر کے خود کو کاسۂ سر سے نکل گئی
آئی اِدھر سے گر تو اُدھر سے نکل گئی سینے کو چاک کر کے کمر سے نکل گئی
ضربت سے چار آئینہ والے بھی دنگ تھے
کہنے کو تھی وہ تیغ، پہ بجلی کے رنگ تھے

تن سیکڑوں زمین پہ بے سر دکھا دیئے ۱۲۴ اجزائے جسم خاک پہ ابتر دکھا دیئے
چشمِ غضب نے شیر کے تیور دکھادیئے ہاتھوں نے زور، تیغ نے جوہر دکھا دیئے
یوں جست کی سمند نے لاشوں کو روند کر
بجلی فلک سے گرتی ہے جس طرح کوند کر

دہنی طرف گیا تو رسالے قلم ہوئے ۱۲۵ ترکش سے تیر جس نے نکالے، قلم ہوئے
آیا ادھر تو برچھیوں والے قلم ہوئے حملہ کیا پلٹ کے تو بھالے قلم ہوئے
اعدا کے ہوش برقِ اجل نے اُڑا دیئے
ڈھالوں کے پھول تیغ کے پھل نے اُڑادیئے

یوں تن سے سر گراتی تھی شمشیرِ آبدار ۱۲۶ جیسے رگِ سحاب کبھی ہو تگرگ بار
دو ہو گیا وہ صاف، کیاجس پہ ایک وار غلطاں لہو میں تھے کہیں پیدل، کہیں سوار
ہر صف میں اس جری کی لڑائی کا شور تھا
ہر غول میں نبیؐ کی دُہائی کا شور تھا

چلّائے تب حسینؑ کہ بس اے دلیر بس ۱۲۷ مقتل میں ہر طرف ہوئے لاشوں کے ڈھیر بس
اعدا دہائی دیتے ہیں گھوڑے کو پھیر بس اُمّت ہے یہ نبیؐ کی بس اے میرے شیر بس
شاباش حقِ دوستیٔ پنجتن ہے یہ
غربت بھی اب دکھا کہ ہمارا چلن ہے یہ

یہ سن کے ہاتھ روک لیا اس جری نے جب ۱۲۸ بولا یہ شمر ٹوٹ پڑو اس پہ مِل کے سب
یاں غم سے بے قرار ہوئے شاہِ تشنہ لب تیغوں کے وار چلنے لگے حُر پہ، ہے غضب
کاری جو زخم تن پہ لگے اس دلیر کے
تکنے لگا حسینؑ کو منہ پھیر پھیر کے

سینے سے جب کہ ہوگئی برچھی ستم کی پار ۱۲۹ گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا حُرِّ نامدار
رکھ کر جگر پہ ہاتھ پکارا وہ دلفگار اے فاطمہؑ کے لال یہ خادم ہوا نثار
اب شفقتِ امامِ حجازی کا وقت ہے
آقا یہی غلام نوازی کا وقت ہے

جس دم سُنی امامِ اُمم نے صدائے حُر ۱۳۰ چھاتی پہ ہاتھ مار کے بولے کہ ہائے حُر
رو کر کہا رفیقوں سے دیکھی وفائے حُر خیمے میں پیٹنے لگی زینبؑ برائے حُر
کھینچی جو شہ نے آہ دلِ بے قرار سے
نکلی تڑپ کے فاطمہ زہراؑ مزار سے

دوڑے اُدھر سے رن کی طرف سیّد اُمم ۱۳۱ آئے نجف سے حیدرِ صفدر بہ چشمِ نم
آواز دی نبی نے کہ حُر کو لئے ہیں ہم اُس وقت پہنچے شاہ کہ وہ توڑتا تھا دم
سر کاٹنے کی فکر میں جو تھے وہ ہٹ گئے
مہماں سے اپنے دوڑ کے حضرت لپٹ گئے

زانو پہ رکھ لیا سرِ حُر اور یہ کہا ۱۳۲ بھائی حسینؑ آیا ہے، آ ہوش میں ذرا
آنکھیں قدم پہ مل کے یہ بولا وہ باوفا مولا ہزار جان سے میں آپ پر فدا
جن کے لئے زمیں پہ ملک سر جھکائے ہیں
وہ لوگ خلد سے مِرے لینے کو آئے ہیں

زانو پہ سر ہے آپ کے یا شاہِ بحر و بر ۱۳۳ محبوبِ کبریا ہیں اِدھر، شیرِ حق اُدھر
یہ کون بی بی ہیں مرے پہلو میں نوحہ گر شہ نے کہا کہ روتی ہیں امّاں برہنہ سر
تو حشر تک امامِ دو عالم کے ساتھ ہے
ماتم ترا حسینؑ کے ماتم کے ساتھ ہے

۱۳۴
یہ سنتے سنتے غیر ہوا اُس جری کا حال زانوئے شاہِ دیں پہ کیا اس نے انتقال
خیمے کے در پہ لاش کو لایا علیؑ کا لال سب بیبیوں نے کھول دیئے اپنے سر کے بال
زینبؑ یہ روئی شہ کے فدائی کے واسطے
جیسے بہن تڑپتی ہے بھائی کے واسطے

۱۳۵
بس اے انیسؔ مرثیہ ہوتا ہے اب طویل مصرعے ہیں لاجواب تو مضمون بے عدیل
اس نظم کو قبول کریں سیّدِ جلیل مدّاح جن کا تو ہے وہی ہیں ترے کفیل
مقبولِ بارگاہِ خدائے قدیر ہیں
شاہانِ خلق سب اُسی در کے فقیر ہیں